اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
DECEMBER 2011
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 212
egd. # SC-1177

بدعت کی حقیقت اور تنگ نظری کا وبال

مؤلف مفتی محمد آصف عبداللہ قادری دامت برکاتہم العالیہ

جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

بدعت کی حقیقت

اور

تنگ نظری کا وبال

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد آصف عبداللہ قادری مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : بدعت کی حقیقت اور تنگ نظری کا وبال

مؤلف : حضرت علامہ مفتی محمد آصف عبداللہ قادری

سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۳ھ/ دسمبر ۲۰۱۱ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلوۃ و السّلام علی سید الانبیاء و المرسلین

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ O﴾ (الحدید:۲۷)

ترجمہ: اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی، ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ بناہا جیسا اس کے بناہنے کا حق تھا، تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ "تفسیر خزائن العرفان" میں فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیے۔

نیز "مسلم شریف" کی حدیث مبارکہ میں حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا تو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے جب کہ بعد والوں

کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا گُناہ ہے اور اس کے بعد اس کے عمل کرنے والوں کا گُناہ ہے جب کہ بعد والوں کے گناہ میں کمی نہیں کی جائے گی۔

لفظ بدعت کو سنتے ہی بعض لوگ اپنے ذہن میں برائی کا تصور بنا لیتے ہیں، لفظ بدعت سے نفرت کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی انسان، انسان سے نفرت کرنے لگے مگر انسانوں میں تو اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی جیسے پرندوں سے نفرت کرنے لگے مگر پرندوں میں تو اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی، جیسے کوئی پھولوں سے نفرت کرنے لگے مگر پھولوں میں تو اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔

''یہ اچھا اور بُرا آپ ہر جگہ پائیں گے''

خواہ حیوانات کی دنیا ہو، خواہ نباتات و جمادات کی، خواہ اقوال و اعمال کی، اللہ نے ہمیں عقل اس لئے دی ہے کہ اچھے اور بُرے میں تمیز کریں اچھے کو اپنائیں اور بُرے سے پرہیز کریں ورنہ عقل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

بدعت کے اس فرق کو مؤلف نے کتاب میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے ساتھ ہی عقلی دلائل سے بھی اس کی وضاحت کی ہے، لفظ بدعت کے لغوی معنی کے اعتبار سے تو ہر قلمکار، ہر مصنف، ہر محقق، ہر موجد، ہر سائنسدان، ہر ڈیزائن بنانے والا، بدعتی ہے، نئی نئی باتیں سوچتا ہے اور نئی نئی چیزیں بناتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ تخلیقی قوت ایک زندہ قوم کی نشانی ہے۔

جس قوم میں ایجاد کی قوت نہیں وہ مغلوب رہتی ہے، ایجاد کی قوت اللہ کا بڑا انعام ہے. کسی قوم کو مردہ کرنا ہو تو اس کی پوشیدہ قوتِ ایجاد کی نفی کر دی جائے دل کے دریچے بند کر دیئے جائیں تو وہ زندہ درگور ہو جاتی ہے، شریعت نے اس عظیم قوت کا پاس و لحاظ رکھا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔

بالفرض یہ مان لیا جائے کہ ہر نئی چیز گمراہی ہے تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر پرانی چیز ہدایت ہے، لیکن کیا یہ بات معقول ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ اچھائی اور برائی کا تعلق نئے اور پرانے ہونے سے نہیں، یہ بات تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی، جو ہر نئی چیز کو گمراہی کہتا ہے وہ زمانے کو ٹھہرانا چاہتا ہے مگر وہ تو کسی کے ٹھہرانے سے نہیں ٹھہرتا، وہ چلتا چلا جاتا ہے، بندہ مومن کی شان یہ ہے کہ اس کی چال کو اپنی چال پر چلائے، زمانے کے فطرت میں تبدیلی ہے، اسلام نے مطلق تبدیلی کی اجازت نہیں دی، ایک دائرے میں رہ کر اجازت دی ہے۔ ان تمام باتوں کو قرآن وحدیث اور صالحین کے اقوال کی روشنی میں رسالے میں واضح کیا گیا ہے۔

یہ مختصر سا رسالہ تقریری صورت میں خود مؤلف یعنی ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد آصف عبداللہ قادری صاحب مدظلہ العالی کی آواز میں بآسانی دستیاب ہے چونکہ یہ رسالہ بذریعہ ڈاک پورے پاکستان میں ارسال کیا جارہا ہے اس لئے یہ وضاحت بہتر جانتا ہوں کہ حضرت شہر کراچی میں مختصر سے عرصے میں لوگوں کے دلوں میں بس چکے ہیں۔ حضرت کی پہچان درسِ قرآن کے حوالے سے منفرد ہے، علاوہ ازیں دیگر عنوانات پر بھی آپ کے بیانات شہر کراچی میں دستیاب ہیں اور عوام الناس فائدہ حاصل کررہے ہیں، اس وقت آپ نور حمزہ اسلامک کالج میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی ہفتہ واری درسِ قرآن کی کئی محافل میں آپ درسِ قرآن دینے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، یہ کتاب اس سے پہلے نور القرآن انٹرنیشنل کی جانب سے شائع ہوچکی ہے۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اسے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی دوسو بارہویں (212) ویں کڑی کے طور پر شائع کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ جس طرح حضرت کی تقریر سے لوگوں کے دل نرم ہوجاتے ہیں،

اس رسالہ کے مطالعے سے بھی یہ طلسم جاری ہو کہ قاری کا دل عنوان کو مکمل طور پر سمجھ کر شیطان صفت لوگوں سے اپنا ایمان محفوظ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف، اراکینِ ادارہ اور تمام معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

حافظ محمد رضوان قادری

جنرل سیکریٹری جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

بدعت کی حقیقت اور تنگ نظری کا وبال

قرآن وحدیث سیکھنے کا شوق پیدا ہونا اللہ رب العالمین کا خصوصی کرم ہے۔
قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر نہیں ہوتے چنانچہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر:۹)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) آپ فرما دیجئے جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔

یعنی دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیوں کہ جو شخص علم سے دور ہوتا ہے وہ عجیب سوچ کا حامل ہوتا ہے کسی بھی معاملے میں اپنی ایک رائے قائم کر لیتا ہے حالانکہ اس کی یہ رائے قرآن وحدیث کے منافی ہوتی ہے۔

مثال

اگر انسان کسی کے متعلق سنے کہ اس نے غصہ کیا، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا یا اس نے غصہ والا کوئی کام کیا وغیرہ، تو علم کی کمی کی وجہ سے وہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ غصہ تو بُری چیز ہے "غصہ حرام ہے" یہ ایک جذباتی شخص ہے اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور دلیل کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیت پیش نظر ہوتی ہے:

﴿وَ الْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾ (آل عمران:۳/۱۳۴)

ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے (متقی ہیں)۔

یا یہ حدیث پیش نظر ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لَا تَغْضَبْ غصہ نہ کیا کر۔

اس آیت اور حدیث شریف کو پیش نظر رکھ کر رائے قائم کر لیتا ہے کہ ''غصہ حرام'' اور غصہ کرنے والا بُرا ہے وغیرہ۔ حالانکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں غصہ کی دو قسمیں ہیں۔

غصے کی دو اقسام

۱۔ اپنے نفس کی خاطر غصہ کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غصہ کرنا یعنی جذبات میں آنا۔

پہلی قسم یقیناً بُری اور دوسری قسم کا غصہ نہ صرف جائز بلکہ باعثِ عظمت ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تفسیر (تفسیر قرطبی) میں فرمایا گیا:

اَنَّ اَبَا قُحَافَةَ سَبَّ النَّبِیَّ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ نے ایمان لانے سے قبل حضور ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کی ''فَصَكَّهُ اَبُوْبَكْرٍ اِبْنُهُ صَكَّةً فَسَقَطَ مِنْهَا عَلٰی وَجْهِهٖ'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی غصے اور جلال میں آ گئے اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنے والد کو زور سے طمانچہ مارا جس کی وجہ سے ابو قحافہ چہرے کے بل دُور جا گرے ''ثُمَّ اَتَی النَّبِیُّ ﷺ'' پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ''فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ'' اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا: ''فَقَالَ اَوَ فَعَلْتَهٗ''، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کیا آپ ﷺ نے ایسا کیا؟ ''لَا تَعُدْ اِلَیْهِ'' آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں نہیں فرمایا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے غلطی ہو گئی ہے آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے بخش دے اور میرے غصے کی عادت کم کر دے بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْ كَانَ السَّیْفُ مِنِّیْ قَرِیْبًا لَقَتَلْتُهٗ'' اس ذات کی قسم

جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر اس وقت میرے قریب تلوار ہوتی تو میں ان کو قتل کر دیتا۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اس پر کسی ایسی آیت کا نزول نہ فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کیسی بات کر رہے ہو والدین کے سامنے تو اُف کرنا منع ہے اور تم قتل کی بات کر رہے ہو نہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا کیونکہ اُن کا غصہ اللہ کی رضا کے لیے تھا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تھا اِس موقع پر قرآن مجید فرقان حمید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْاَبْنَاءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ (المجادلة: ۵۸/۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے، آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ ”غصہ“ کا لفظ سنتے ہی کوئی رائے قائم کرنے سے قبل یہ دیکھنا چاہیئے کہ غصہ کس قسم کا ہے۔ اگر غصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ہے تو یہ

عظیم نیکی ہے چنانچہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ

یعنی، اعمال میں افضل یہ ہے کہ محبت اللہ کی خاطر ہو اور نفرت بھی اللہ کی خاطر ہو۔

معلوم ہوا کہ محبت و شفقت ہو تو اللہ کے لئے اور نفرت و دُوری ہو تو اللہ کے لئے۔ ہم نے بخوبی جان لیا کہ علم کی کمی اور بات کو مکمل طور پر نا سمجھنے کی وجہ سے انسان کسی لفظ کو سُن کر کوئی تاثر قائم کرلے تو لازمی نہیں کہ یہ تاثر درست ہی ہو بلکہ یہ تاثر غلط بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ غصہ کے بارے میں مثال سے ہم نے سمجھا، مزید غور کیا جائے تو اس مثال سے ایک اور بات بھی سامنے آئی کہ "غلط سوچ غلط نظریہ کو جنم دیتی ہے" جیسا کہ غصہ کی اقسام کو نہ سمجھنے والے عام طور پر کہتے ہیں کہ "غصہ حرام ہے"۔

ایک اور غلط سوچ کا نتیجہ

اسی طرح بدعت سنتے ہی قرآن وحدیث اور علمِ دین سے ناواقف شخص یہ تصوّر قائم کرلیتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد جو بھی نیا کام ایجاد کیا جائے وہ جہنم میں لے جانے والا ہے، حالانکہ اُس کی یہ سوچ ہرگز درست نہیں چنانچہ "بخاری شریف" اس میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک بار مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ نمازِ تراویح اپنے اپنے طور پر الگ الگ ادا کررہے ہیں کیونکہ اس وقت ایک امام کے پیچھے جمع ہوکر نماز تراویح ادا کرنے کا معمول نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز تراویح کی ترغیب دلائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز تراویح پڑھتے تھے مگر نبی اکرم ﷺ نے تراویح کی جماعت نہیں کروائی، صرف تین دن ایسا ہوا کہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم خود ہی جمع ہو گئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز تراویح جماعت سے ادا کی تیسرے دن حضور اقدس ﷺ نے منع فرما دیا چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک دَور سے لے کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دَور تک ایسا کبھی نہ ہوا کہ ایک امام کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تراویح میں مکمل قرآن پاک ماہِ رمضان میں ختم کرتے ہوں لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ ایسا ہو جائے تو اچھا ہے۔ اب ''بخاری شریف'' کی اس حدیث پاک کے مطابق آپ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو جو صحابہ علیہم الرضوان میں بہت بڑے قاری تھے امام مقرر کیا اور تمام صحابہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک ساتھ مل کر نماز تراویح ادا کرتے۔ تو جماعت کا اہتمام کرنا اور ایک امام کے پیچھے پورا رمضان تراویح ادا کرنا یہ ایک ایسا نیا طریقہ تھا جو نہ رسول اللہ ﷺ نے اپنایا، نہ دَورِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے جو الفاظ کہے اُن الفاظ کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (صحیح البخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، برقم: ۲۰۱۰)

یعنی، کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

یعنی یہ ایسی بدعت ہے جو بُری نہیں بلکہ اچھی ہے۔

سبحان اللہ اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بدعت کی بھی قسمیں ہیں۔

بدعت کی اقسام

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد جو نیا کام کیا جائے اُس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کوئی اچھا کام کیا (۲) کوئی برا کام کیا

اگر انسان بدعت کے متعلق معلومات نہ رکھتا ہو تو وہ ہر بدعت کو گمراہی سمجھتا ہے اور ہر نئے معاملے کو بدعت قرار دیتا ہے اور ہر ایک کو بدعتی (گمراہ) کہتا ہے اتنا بھی خیال نہیں کرتا کہ بدعتی تو جہنمی ہوتا ہے۔ افسوس غلط رائے قائم کرنے اور غلط نظریہ اپنانے کی وجہ سے ہر معاملہ میں یہ سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا؟ اگر نہیں کیا تو یہ بدعت ہے، اس سوچ کے نتیجے میں ایسے دل سوز واقعات سامنے آتے ہیں جو ایک مسلمان کے دل کے لئے انتہائی تکلیف کا سبب بنتے ہیں، ایسا ہی ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک بھائی کسی جگہ نماز تراویح کے لئے گئے، دورانِ تراویح امام تلاوت کرتے کرتے آیت سجدہ پر پہنچا اور اس نے سجدہ تلاوت کر دیا، وہ مسجد کافی وسیع تھی کچھ لوگ امام کے قریب تھے کچھ دُور تھے، جب کہ کچھ دوسری منزل میں بھی تھے، چنانچہ جو لوگ قریب تھے وہ تو امام کے دیکھا دیکھی سجدے میں چلے گئے مگر دوسرے رکوع میں ہی رہے۔ سجدے سے فارغ ہو کر امام نے اللہ اکبر کہا تو قریب والے تو دوبارہ کھڑے ہو گئے مگر جو رکوع میں تھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کا انتظار کر رہے تھے وہ پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ہوا، اب شریعت کے مسائل نہ جاننے والے تو اور بھی پریشان ہوئے اب کیا کریں، چنانچہ لوگ ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ نماز توڑ دو، تمہاری نماز ختم ہو گئی، نماز نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ ایک ہنگامہ مچ گیا۔ بہر حال نماز کے بعد امام صاحب کے پاس گئے اور کہا جناب تمام مساجد میں یہ طریقہ کار ہے کہ آیت سجدہ سے پہلے بتا دیا جاتا ہے کہ پہلی یا دوسری رکعت میں سجدہ کیا جائے گا۔ آپ نے اعلان کیوں نہ کیا؟ لوگوں کا خیال تھا کہ امام صاحب کہیں گے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی یا آئندہ میں اعلان کر دوں گا میری توجہ نہ رہی لیکن انہوں نے بڑی عجیب وغریب بات کہہ دی،

انہوں نے جواب دیا کہ ''سجدۂ تلاوت کا اعلان کرنا بدعت ہے''، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اعلان نہیں کیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اعلان نہیں ہوتا۔ گویا کہنا یہ چاہ رہے تھے کہ جو کام حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا وہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں، کیا میرے دل میں امت کی خیر خواہی کا جذبہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر ہے کہ وہ تو اعلان نہ کریں اور میں اعلان کر کے بدعت کے گناہِ عظیم میں مبتلا ہو کر جہنم کا راستہ اختیار کر لوں کیونکہ بدعت تو جہنم تک لے جاتی ہے۔

کیا دین اسلام تنگ نظر ہے

یقیناً ہمارے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت سجدۂ تلاوت کا اعلان کرتی ہے، کیا مسلمانوں کی اکثریت بدعتی ہے اور مزید یہ کہ اعلان نہ کرنے کی وجہ سے بعض مقتدی رکوع میں اور کچھ سجدے میں، یہ کون سی سنت ادا ہو رہی ہے؟ خدارا! کچھ غور کریں اسلام اتنا تنگ نظر نہیں کہ اس کے ماننے والے خیر کے مرتکب ہوں نیکی کریں، لوگوں میں ایک اچھائی کا اعلان کریں پھر بھی انہی بدعتی کہہ کر جہنم کے کنارے پہنچا دیا جائے۔ یاد رکھیئے! اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ہمیں بہت پیچھے کر دے گی، اسلام کے اصول اور قواعد کا علم ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ اگر کوئی غیر مسلم اعتراض کرے تو ہم جواب دے سکیں۔ مثال کے طور پر غیر مسلم یہ کہے کہ اے مسلمانو موجودہ قرآن پاک پر اعراب یعنی زبر، زیر، پیش لگے ہوئے ہیں لہٰذا ایسے قرآن پاک میں تلاوت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ایسے قرآنِ پاک میں نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلاوت کی، نہ ہی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسا قرآن تھا۔ بخاری، مسلم اور دیگر احادیث کی کتابوں کو نہ حضور ﷺ نے پڑھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہ حدیث کی کتابیں تھیں اور پھر اپنی جہالت کی بنا پر

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ کو جواز بنا کر کہے کہ اے مسلمانو! تمہارا دین تو مکمل ہو گیا۔

مگر تمہارے اضافے ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتے مسجد کے مینار اور محراب، اذان سے پہلے یا بعد درود وسلام کا رواج صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے دَور میں نہیں تھا، اسی طرح تمہارے بچوں کو چھ کلمے اور ان کے نام سکھائے جاتے ہیں، ایمانِ مجمل اور ایمان مفصل یاد کروائے جاتے ہیں یہ تمام کام نہ تمہارے نبی ﷺ سے ثابت ہیں نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور اب بالکل نیا کام یہ شروع کیا ہے کہ تراویح سے قبل یا بعد خلاصہ تراویح بیان کیا جاتا ہے، تو کیا نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر قرآن پاک کی محبت تمہارے دلوں میں ہے؟ بتایئے غیر مسلموں کے اس اعتراض کا جواب کون دے گا؟ یقیناً اس کے سوال کا جواب وہی دے گا جس نے اسلام کے اصولوں کو جانا اور تنگ نظری کی قید سے آزاد ہوا۔ لہٰذا ہمیں اپنے دل میں دینِ اسلام کا جذبہ بیدار کرنا ہوگا اور اس کے لئے اسلام کے اُصول وضوابط کا جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ دین حق کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کا اسلامی اُصول کے ذریعے اس طور پر مقابلہ کیا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کا ذریعہ بن جائیں۔ واضح رہے کہ یہود ونصاریٰ اور دیگر کُفّار، اسلام کے اُصولوں کو سمجھے بغیر اعتراض کردیتے ہیں۔

اسلامی اُصول اور تصوّرِ بدعت

اسلام کا اُصول یہ ہے کہ وہ کام اسلام میں ناجائز اور بدعت سیئہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اِس طور پر منع فرمایا ہو کہ اس کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے کرنے سے سنت مٹ جائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّةِ (مشکاۃ المصابیح،

کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنّة، الفصل الثانی، برقم: ۱۸۷۔

أیضاً مسند امام احمد، ۱۰۵/٤)

یعنی، جب کوئی قوم بدعت کرتی ہے تو ان سے سنت مٹ جاتی ہے۔

تو بدعت تو سنت کو مٹانے والی ہے اور یہ حرام و ممنوع ہے، یہ ایک ایسا کام ہے جو دین کو نقصان پہنچانے والا ہے، ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے بعد جو کام ایجاد کئے گئے ان میں ہم شرعی اُصول کو دیکھیں گے، اگر وہ نیا کام شرعی اُصولوں سے ٹکرا رہا ہے تو وہ بدعت سیۂ ہے ورنہ وہ بدعت حسنہ (یعنی اچھا کام ہے) اس کو سمجھنے کے لئے زمانۂ نبوی ﷺ کے بعد کے ایک اہم واقعہ کی طرف توجہ فرمائیں:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عطا کردہ اُصول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں جنگِ یمامہ کے موقع پر سات سو حُفّاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پریشان ہو کر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک کو جمع کرنے کا حکم دیجئے، اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو؟ جواباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی واللّٰہِ خیر، اللہ کی قسم یہ خیر کا پہلو ہے یعنی یہ کام شریعت کے خلاف نہیں خیر ہے، یہ کام شرعی اصولوں سے ٹکرانے والا نہیں ہے۔ اوّلاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منع فرماتے رہے مگر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں سمجھاتے رہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِىْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِىْ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے سمجھاتے رہے اور اس کے خیر ہونے پر توجہ دلاتے

رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے کو کھول دیا اور وَ رَأَیتُ الّذِیْ رَای عُمَرُ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو رائے تھی وہی میری رائے ہوگئی چنانچہ ہم دونوں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور قرآن جمع کرنے کے لئے انہیں ذمہ داری دینا چاہی تو انہوں نے بھی یہی کہا کَیْفَ تَفْعَلَانِ شَیْئًا لَّمْ یَفْعَلِ النَّبِیُّ ﷺ آپ دونوں وہ کام کیسے کر سکتے ہیں کہ جو نبی ﷺ نے نہ کیا؟ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ ھُوَ وَ اللّٰہِ خَیْرٌ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام اللہ کی قسم خیر ہے (یہ کام شریعت کے خلاف نہیں ہے) لا اَزَالُ اُرَاجِعُہٗ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَہٗ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ فَقُمْتُ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان سے سوالات کرتا رہا اور وہ جوابات دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو کھول دیا تھا، اسی طرح میرے سینے کو بھی کھول دیا اور مجھے یہ بات سمجھ میں آگئی اور میں قرآن جمع کرنے پر آمادہ ہوگیا۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، برقم: ٤٦٧٩)

اِس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام تنگ نظری سے پاک اور منزہ ہے چنانچہ یہ اُصول ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ جو بھی نیا کام خیر القرون کے بعد ایجاد ہوگا اس کا دارومدار اس کی نوعیت پر ہوگا نہ کہ زمانے پر کیونکہ زمانے کا مبارک ہونا کام کے اچھے ہونے کی دلیل نہیں۔ اس اُصول کو اس طرح سمجھیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے چالیس دن تک مکان میں قید رکھ کر ان کا کھانا پینا بند کیا جس کی وجہ سے وہ چالیس دنوں تک بغیر سحری اور افطار کے روزے دار رہے یہاں تک کہ آپ کی مظلومانہ شہادت ہوئی، جھوٹے نبوت کے دعویدار پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، کربلا کا خوفناک واقعہ سامنے آیا اور ان واقعات کے نتیجے میں سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا تو کیا کوئی عقل مند ان سارے واقعات کو دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں ہونے کی وجہ سے اچھا کہہ سکتا ہے؟

ہرگز نہیں بلکہ ہر کوئی اس کی مذمت ہی کرے گا۔ اسی طرح قرآن کریم پر اعراب لگائے گئے، مساجد کو پکا کیا گیا، مساجد میں مینار و گنبد بنوائے گئے، یہ تمام اُمور خیر القرون میں نہ ہوئے مگر خیر پر مشتمل تھے اس لئے اچھے ہیں۔

چنانچہ جو کام رسول ﷺ نے نہ کیا ہو مگر وہ خیر پر مشتمل ہو تو اس خیر کے نئے کام کو بعد آنے والے سرانجام دے سکتے ہیں، زمانے کا مبارک ہونا کام کے اچھا ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی بھی نئے کام کا دارومدار کام کی نوعیت پر موقوف ہے نہ کہ زمانے پر یعنی ہر وہ نیا کام جو خیر اور خوبی پر مشتمل ہو اور شرعی ممانعت نہ ہو تو ایسے کام سے کسی کو نہیں روک سکتے، چاہے وہ کسی بھی زمانے میں ایجاد ہو جائے مثلاً اگر اسی زمانے میں کوئی خیر کا کام ایجاد کیا جائے اور شرعاً ممانعت نہ ہو تو اس پر ان شاء اللہ اجر اور ثواب ملے گا جیسا کہ بعض مساجد میں یہ معمول ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد سورۂ سجدہ جو پارہ ۲۱ میں ہے اور سورۂ ملک جو پارہ ۲۹ میں ہے اس کی تلاوت ہوتی ہے اور اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جو رات کو ان سورتوں کو پڑھے اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اسے شب قدر میں عبادت کی طرح ثواب دیا جائے گا تو بلا شبہ یہ خیر کا کام ہے لہٰذا جائز اور مستحب ہے۔

اسلام کے اُصول سمجھنے والے بھائیو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ اُصول کے تحت یہ بات زیادہ روشن ہوگئی کہ یہ معیار درست نہیں کہ جو کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو بعد والے سرانجام دیں تو انہیں طنز کی نگاہ سے دیکھا جائے کہ کیا تمہارے دل اللہ کی محبت، قرآن کی محبت اور عشقِ رسول ﷺ میں زیادہ سرشار ہیں کہ پہلے لوگوں نے یہ کام نہ کئے اور بعد میں آنے والے زیادہ نیک آئے ہیں جو اس کام کو ایجاد کر رہے ہیں، اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا تو بڑی خرابی لازم آئے گی، سب سے پہلا اعتراض تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پر ہوگا کہ

کیا ان کے دل میں قرآن کی محبت زیادہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ کام نہ کیا اور انہوں نے کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ یہ اعتراض ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کروائی تو کیا رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ان کے دل میں جماعت کی محبت ہے، اسی طرح قرآن پاک پر زبر، زیر، پیش لگانے والا شخص حجاج بن یوسف ہے جو بڑا ظالم شخص تھا، تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تو یہ کام نہیں کیا حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا تو کیا حجاج بن یوسف کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ قرآن کی محبت ہے تو ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ کام کس نے شروع کیا، پہلے لوگوں نے یہ کام کیا یا نہیں بلکہ شریعت کے اصول کے مطابق یہ دیکھا جائے گا کہ یہ کام شریعت کے خلاف ہے یا نہیں، اگر شریعت کے خلاف ہے تو جس زمانے میں بھی پایا جائے غلط ہے اور شریعت کے خلاف نہ ہو تو جس زمانے میں بھی وہ پایا جائے وہ اچھا ہے۔ اسی طرح آج کل نمازِ تراویح کے بعد خلاصہ تراویح بیان کیا جاتا ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانے میں یہ رواج نہ تھا تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آج کل کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام سے بڑھ کر خدمتِ قرآن کے جذبے سے سرشار ہیں کہ اُن مقدس ہستیوں نے جو کام نہ کیا آج کل کے لوگ یہ کام کر رہے ہیں۔ کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کے بعد خلاصہ اس لئے بیان نہیں کیا کہ وہ لوگ عربی تھے اور قرآن کے مفسر تھے، سب قرآن کو جانتے تھے، قرآن کا ترجمہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس لئے نہیں کیا اور تابعین نے اس کا ترجمہ اس لئے عام نہیں کیا کہ عربی تو ان کی مادری زبان تھی تو یہ بات سمجھ لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے دَور میں کئی ایسے ممالک تھے جو فتح ہو چکے تھے جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ مبارک میں ملکِ روم فتح ہو چکا تھا جس کی زبان رومی تھی، ملکِ فارس (ایران) فتح ہو چکا تھا جس کی زبان فارسی تھی

اور کئی ممالک فتح ہوئے جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت کے دس سال میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت کے چار سال میں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت کے بیس سالوں میں اور بعد کے تابعین بزرگوں نے قرآن کا ترجمہ عام کرنے کی کوشش نہیں کی تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعد میں قرآن کا ترجمہ عام کیا گیا اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم میں تو یہ عام نہیں ہوا لہٰذا یہ بدعت ہے، جہنم میں لے جانے والا کام ہے، ہرگز ایسا نہیں اس لئے کہ قرآن مجید فرقان حمید کا ترجمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے عام نہیں کیا تو اسے منع بھی نہیں کیا اور قرآن کا ترجمہ کرنا شریعت کے اُصول سے ٹکراتا بھی نہیں ہے اور شریعت کے خلاف بھی نہیں ہے، نیا کام ضرور ہے مگر بدعتِ حسنہ ہے اچھا نیا کام ہے اس سے ہمیں بدعت کی وہی دو قسمیں معلوم ہوئیں۔
(بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ)

وضاحت

یہاں پر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کو دیکھا کہ وہ سب قرآن کے حُفّاظ تھے تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور کہا کہ قرآن پاک کو آپ جمع کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ قرآن تو یہ فرماتا ہے کہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ اے لوگو! تمہارے لئے آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ جب دین مکمل ہو گیا تو حضور ﷺ کے زمانے کے بعد اب اگر کوئی نیا کام کیا جائے گا تو وہ غلط ہو جائے گا لہٰذا میں یہ مطالبہ نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں سوچا اس لئے کہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ مطلب یہ ہے کہ دین کے اصول اور قوانین مکمل ہو گئے، اب کوئی بھی نیا کام ایجاد کیا جائے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ شریعت

اور دین کے اصول کے مطابق ہے یا اس کے مخالف ہے، اگر اس کے خلاف ہے شریعت کے اُصولوں سے ٹکراتا ہے تو اسے بدعت سیئہ کہیں گے ورنہ یہ بدعت حسنہ ہے، اگر انسان اس تفصیل کو نہ سمجھے تو پھر وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھتا ہے۔ غور فرمائیے نفل نماز پڑھنا ایک اچھی چیز ہے اور نفل نماز سے روکنا ایک بری چیز ہے لیکن اگر اس معنی کو نہ سمجھا جائے اور بدعت کے مفہوم پر غور نہ کیا جائے تو نتیجہ اس قدر الٹا ہو جاتا ہے اور ایسے ایسے واقعات ہونے لگتے ہیں کہ جب انسان سنتا ہے تو اس کا دل پریشان ہو جاتا ہے۔

ایک دل سوز واقعہ

ایک بھائی مدینہ منورہ میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا ایک دن میں ظہر کی نماز کے بعد ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کر رہا تھا، ہر دو رکعت کے بعد دوا ور نفل ادا کرتا پھر دعا کرتا پھر دو رکعت نفل ادا کرتا تو ایک سپاہی اُن کے قریب آیا اور اُن سے کہنے لگا: اَیْش ھٰذَا یہ تم کیا کر رہے ہو، ھٰذِہٖ بِدْعَۃٌ یہ تو بدعت ہے ممنوع ہے، انہوں نے اس سے کہا: لِمَا ذَا، کیوں؟ وہ کہنے لگا کیا نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد دو دو رکعت کر کے نماز نفل پڑھی ہیں؟ اور دعائیں مانگی ہیں؟ لہٰذا اِس موقع پر نفل پڑھنا، دعا مانگنا یہ سب بدعت اور حرام ہے اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

آپ نے دیکھا انسان جب دین کی صحیح سمجھ نہیں رکھتا تو اچھائی بھی اُس کی نظر میں بُرائی ہو جاتی ہے اور بُرائی اچھائی ہو جاتی ہے، قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ہے:

﴿وَ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ﴾

ترجمہ: شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مزین کر دیا۔

تو وہ اُسے نماز اور دعا سے روکنے کو عین اسلام سمجھ رہا تھا، شیطان اُسے ورغلا رہا تھا کہ تُو تو بدعت سے روکنے والا ہے، آگے بڑھ اُسے روک دے۔

غلط سوچ اور صحابی رسول ﷺ پر الزام (معاذاللہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر جن باغیوں نے حملہ کیا تھا انہوں نے اُن پر جو الزام لگائے، اُن میں سے ایک الزام یہ بھی تھا کہ انہوں نے وہ کام کیئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیئے، لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدعت سیءہ کرنے والے ہیں، بدعتی ہیں نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِكَ۔ گمراہی کو انسان ہدایت سمجھ لے اور ہدایت کو گمراہی تو یہی وہ غلط عقیدہ ہے جو سب سے بُری بدعت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محبت سے سرشار تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی برداشت نہیں کر سکتے تھے، وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرتے، آپ کے مقام اور مرتبے کو بیان کرتے، جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر اُن کے سامنے کیا جاتا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم سے ہٹ جائے اور تعظیم نبی ﷺ کو بیان نہ کرے، بزرگان دین کے نقشِ قدم سے ہٹ جائے اور رسول اللہ ﷺ کی خوبیان اور آپ کی شان بیان کرنے کی بجائے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ میں عیب تلاش کرے وہ ذات جس کو اللہ نے مخلوق میں بے عیب پیدا کیا، تمام مخلوق میں افضل بنایا، فرشتوں سے افضل، انبیاء سے افضل، رسولوں سے افضل اُس ذات میں وہ عیب تلاش کرے، کیا ایک امتی کو یہ زیب دیتا ہے، یہی عقیدہ گمراہی کا عقیدہ ہے اور یہی سب سے بڑی بدعت ہے اور ایسا ہی بدعتی یقیناً جہنمی ہے، خود بھی جہنم میں جاتا ہے اور جو اُس کی پیروی کرے اُسے بھی جہنم میں لے جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ایک گروہ ایسا تھا کہ جو بہت کثرت سے عبادت کرتا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمْ نِصْفَ النَّهَارِ فَدَخَلْتُ عَلٰى قَوْمٍ لَمْ اَرَقَطُّ اَشَدَّ

مِنهُم اِجتِهادًا، جباهُهُم قُرحَةٌ مِنَ السُّجُودِ (مسند احمد، تعليق لشعيب الأرنوؤط، باب مسند عبد الله بن العباس، جزه، ص٢٦٤، مطبوعة: مؤسسة الرّسالة، الطبعة الأولىٰ ١٤١٦ھ۔ ١٩٩٥م)

یعنی، یہ لوگ اتنی زیادہ عبادت کرتے تھے کہ ایسی عبادت کرنے والی قوم میں نے نہیں دیکھی، ان کی پیشانیاں سجدوں کی کثرت سے زخمی ہوگئی تھیں۔

لیکن ان لوگوں نے قرآن مجید فرقان حمید کے اُصول کو غلط سمجھنے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شرک کا الزام لگا دیا۔

سب سے بُری بدعت

یقیناً سب سے بُری بدعت غلط عقیدہ ہے اور غلطی پر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو درست سمجھنا اور مسلمانوں پر شرک اور بدعت کا الزام لگانا ہے جس کی وجہ سے غلط عقیدے کا حامل دین سے بہت دُور ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو شرک سے پاک تھے لیکن خارجیوں نے قرآن اور حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرک سمجھنے لگے حالانکہ ''بخاری شریف''، کتاب الرقاق (حدیث نمبر ٦٤٢٦) کے علاوہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے مزید پانچ جگہ اس کا ذکر کیا: ''وَ اِنِّی وَ اللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیکُم اَن تُشرِکُوا بَعدِی ''، بے شک اللہ کی قسم مجھے اِس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، ''وَلٰکِنِّی اَخَافُ عَلَیکُم اَن تَنَافَسُوا فِیهَا''، ہاں مجھے اس بات کا خوف ضرور ہے کہ تم میرے بعد دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ خارجیوں کی تباہی اور بربادی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے دین کی گہرائی کو نہ سمجھا۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ''بخاری شریف'' میں ارشاد فرماتے ہیں: وَ

كَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُن لوگوں کو جو صحابہ کرام پر شرک کا الزام لگاتے تھے مخلوق میں سب سے بدتر اور شریر تصوّر کرتے تھے: "وَ قَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نُزِلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"، یہ وہ بدبخت ہیں کہ جو آیتیں کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں گویا کہ مشرکوں کے بارے میں، بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں کو وہ صالحین پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے کہ "بخاری شریف" (حدیث نمبر۱۶۹۳) میں ارشاد ہے: "تَحْقِرُوْنَ صَلٰوتَكُمْ مَعَ صَلٰوتِهِمْ" کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی خبردار کر دیا کہ جو مسلمانوں پر شرک کا الزام لگائیں گے وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کو اُن کی نماز کے سامنے حقیر سمجھو گے۔ "يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ" اور وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یعنی وہ قرآن کو سمجھتے نہیں ہوں گے، مسلمانوں پر شرک اور بدعت کا الزام لگانا یقیناً یہی بہت بڑی بدعت ہے جو مسلمان پر کفر اور شرک کا الزام لگاتا ہے تو یہ کفر اور شرک اس ہی کی طرف لوٹتا ہے۔

"تفسیر ابن کثیر" میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص قرآن پڑھتا ہوگا، قرآن کا اثر اس کے چہرے پر ہوگا اور اسلام کا اثر اُس کے چہرے پر ہوگا لیکن وہ اسلام کے نور سے محروم ہو جائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس وجہ سے؟ ارشاد فرمایا اِس لئے کہ وہ اپنے پڑوسی پر شرک کا الزام لگائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: مشرک کون ہوگا؟ فرمایا: شرک کا الزام لگانے والا خود ہی مشرک ہوگا۔ لہٰذا ہر نئے کام کو بُرا سمجھ کر گمراہی قرار دینا اُصولِ شرعیہ کو نہ سمجھنا اور مسلمانوں پر بلاوجہ شرک اور بدعت کا الزام لگانا یقیناً یہی بدعت مضمومہ اور بدعت سیئہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں سے کہ جن کے عقائد خراب ہوتے اور وہ بدعتی ہوتے ان سے بہت اجتناب فرماتے، حدیث پاک میں ہے:

عَن نافع رضی الله تعالیٰ عنه اَنَّ رَجُلاً اَتی ابْنَ عُمَرَ فَقالَ اِنَّ فُلاَنًا یُقرِءُ عَلَیكَ السَّلام فَقالَ اِنَّهٗ بَلَغَنِی اَنَّهٗ قَدْ اَحدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلا تُقرِءُهٗ مِنِّی السَّلام فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ یَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اَوْ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسفٌ وَ مَسْخٌ اَوْ قَذْفٌ فِیْ اَهْلِ الْقَدرِ (سُنَن الترمذی، برقم: ۲۱۵۲ ۔ أیضاً سُنَن ابن ماجة، برقم: ۱۲۵۰ ۔ أیضاً سُنَن أبی داؤد، برقم: ٤٦۱۳ ۔ أیضاً مشکوٰة المصابیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الثالث)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے کہا فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے، آپ نے فرمایا مجھے اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ وہ بدعتی ہوگیا ہے، اگر واقعی وہ بدعتی ہوگیا ہے تو تم میری طرف سے اُسے سلام نہ کہنا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اِس امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جو زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے اُن پر پتھروں کی بارش ہوگی اور یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو تقدیر کا انکار کرنے والے ہوں گے۔

دیکھا آپ نے کہ جو تقدیر کا انکار کرنے والے بدعقیدہ ہیں انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بدعتی قرار دیا ہے کیونکہ اصل بدعت تو غلط عقیدہ ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشاد فرمایا گیا، ''ابوداؤد شریف'' کی حدیث شریف ہے اور یہی حدیث ''ابن ماجہ'' اور ''مسند امام احمد بن حنبل'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی ہے:

اِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَ اِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ (سُنَن أبی داؤد، برقم: ٤٦٩١)

یعنی، اگر یہ بیمار ہو جائیں تو تم اُن کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر

جائیں تو اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

اور ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ (صحيح البخاري، برقم: ١٢٦٥٧)

جس نے بدعتی شخص کی تعظیم کی اس نے اسلام کو مٹانے میں تعاون کیا اسلام کو مٹانے کی کوشش کی۔

اور یہی حدیث ''مسلم شریف''، ''ابوداؤد''، ''ابن ماجہ'' اور ''مسند امام احمد بن حنبل'' میں ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

جس نے کوئی نیا کام یا عقیدہ بنایا ہمارے دین کے معاملات میں کہ وہ دین میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ ''مَنْ اَحْدَثَ'' کے بعد ''فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا'' فرمایا کہ جو ہمارے دینی معاملات میں کوئی نیا کام کرے یا عقیدہ بنائے ''مَا لَيْسَ مِنْهُ'' جو دین کے اُصول کے مطابق نہ ہو، معلوم یہ ہوا کہ جس بدعت کی بُرائی بیان کی جاتی ہے وہ غلط عقائد اور غلط اعمال ہیں کہ جو دین کے اُصولوں کے خلاف ہیں اِسی طرح ''مسلم شریف'' (برقم:۸۶۷) میں ہے کہ

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال رسول الله ﷺ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرُ الهدى هُدى مُحَمَّدٍ وَ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتِهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین رہنمائی رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی ہے اور تمام معاملات میں سب سے بُری

چیز وہ ایسے نئے کام ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

علامہ نووی علیہ الرحمہ اِس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں یہ عام مخصوص ہے یعنی یہاں مراد بدعت سے وہ نیا کام ہے کہ جو شریعت کے خلاف ہو، یہاں پر یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ بدعت سیء صرف معاملات میں نہیں ہوتی بلکہ عقائد میں بھی ہوتی ہے اور سب سے بُری بدعت غلط عقائد اور غلط نظریات ہیں۔

الحمدللہ شروع میں ایک مثال پیش کی تھی کہ غصہ اچھا بھی ہوتا ہے بُرا بھی ہوتا ہے، اسی طرح بدعت یعنی نیا کام اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی، اس بات کو امام بیہقی علیہ الرحمہ امام شافعی علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول

آپ فرماتے ہیں:

المُحدثاتُ من الأمُورِ ضربان احدهما احدث مما يخالف كتاب او سنت او اثر او احماع فهذه البدعة الضلالة و الثانية ما احدث من الخير لا خلاف فيه لو احد من العلماء و هذه محدثة غير مذمومة و قد قال عمر رضى الله تعالىٰ عنه فى قيام شهر رمضان نعم البدعة هذه يعنى انها محدثة لم تكن و اذا كانت ليس فيها رد

معاملات میں نئی چیزیں اور نئے کام دو اقسام پر ہیں، ان میں سے ایک وہ جو کتاب اللہ کے مخالف ہوں یا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مخالف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال یا اجماع کے خلاف ہوں تو یہ بدعتِ ضلالہ ہے یعنی یہ وہ نیا کام ہے جو گمراہی والا

ہے۔ مزید فرماتے ہیں دوسرا وہ کام جو نیا تو ہو مگر شریعت کے اصولوں کے عین مطابق ہو تو یہ وہ نیا کام ہے جو بُرا نہیں ہے بلکہ اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان مبارک میں جو تراویح کی جماعت قائم کی اس کے متعلق آپ نے اسی لئے فرمایا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے یعنی یہ ایک ایسا کام ہے جو نیا ہے اس سے پہلے نہیں تھا مگر اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو شریعت کے خلاف ہو، لہٰذا یہ بدعت حسنہ ہے۔

یہ جو تعریف اور بدعت کی دو قسمیں امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں، اسی مفہوم کو کئی علماء محدثین، مفسرین اور محققین نے بیان کیا۔ علامہ ابن اثیر، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ جن کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے بیداری میں ۷۵ سے زائد مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا۔ مدرس مکہ مکرمہ علامہ علی قاری، مدرسِ مدینہ منورہ شیخ عبدالحق دہلوی کہ جنہیں ایک روایت کے مطابق روزانہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر اور علامہ عینی، علامہ شامی وغیرہ جیسے بڑے بڑے محدثین نے بدعت کی دو قسمیں بیان کیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی لفظ بدعت کو دو معنی میں استعمال کرتے تھے جیسا کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان پڑھا کہ انہوں نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت قرار دیا۔

کیا چاشت کی نماز بدعت سیئہ ہے؟

اسی طرح ''مسلم شریف'' (کتاب الحج) میں اور ''بخاری شریف'' (کتاب العمرہ) میں حدیث پاک ہے کہ حضرت مجاہد اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی شریف میں آئے، چاشت کی نماز کا وقت تھا، دیکھا کہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ٹیک لگا کر جلوہ افروز ہیں۔

وَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ

اور لوگ مسجد نبوی شریف میں چاشت کی نماز ادا کر رہے تھے ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس چاشت کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ بدعت ہے۔

حالانکہ چاشت کی نماز تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے مگر اس چیز کو آپ نے بدعت اس لئے قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے جب کہ صحابہ اور تابعین مسجد نبوی شریف میں جمع ہو کر نمازِ چاشت ادا کر رہے تھے چنانچہ مسجد میں جمع ہو کر نمازِ چاشت ادا کرنے کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بدعت قرار دیا لیکن اُسے بدعت سیئہ نہیں فرمایا ورنہ آپ لوگوں کو اس عمل سے ضرور منع فرماتے۔ شارح بخاری ابن حجر ''فتح الباری فی شرح بخاری'' (صفحہ نمبر ۵۲) پر اور امام بخاریؒ کے استاد اپنی تصنیف مصنّف ابن ابی شیبہ میں (برقم: ۷۷۷۵) میں یہی روایت اس طرح لکھی ہے کہ بدعة و نعمت البدعة یعنی فرمایا یہ بدعت ہے لیکن بُری نہیں اچھی بدعت ہے۔ پھر یہ بات واضح ہوئی کہ بدعت کا لفظ دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اچھی بدعت کے لئے بھی اور بُری بدعت کے لئے بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صالحین نے کئی کام ایسے ایجاد کئے جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کئے جیسا کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے گرفتار کر کے شہید کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ میری ایک خواہش ہے کہ مجھے نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، آپ کو اجازت دی گئی تو آپ نے دو رکعت نفل ادا کئے اور نفل پڑھنے کے بعد دعا کی اور پھر اُن کافروں سے کہا میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ طویل نماز پڑھوں لیکن پھر یہ خیال کیا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں، اس لئے میں نے مختصر پڑھی۔ محدثین

نے لکھا کہ شہادت کے وقت دو رکعت نفل پڑھنا نیا کام تھا جو آپ نے ایجاد کیا اور (آپ سے قبل یہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں) حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نفل ادا کرتے حالانکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر بزرگوں اور تابعین نے بھی حدیثیں لکھی ہیں لیکن کوئی حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ پر اعتراض نہیں کرتا کہ کیا آپ کے دل میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھ کر حدیث کی محبت ہے کہ حدیث لکھنے کے لئے غسل کریں اور دو رکعت نفل پڑھیں، آپ نے یہ نیا کام کہاں سے ایجاد کرلیا تو اس کا جواب بہت آسان ہے کہ یہ نیا کام شریعت کے خلاف نہیں، لہٰذا اِس میں کوئی حرج نہیں۔

پیٹ بھر کے کھانا بدعت ہے

امام ابو طالب محمد بن علی مکی علیہ الرحمہ نے ''قوت القلوب'' کی دوسری جلد (صفحہ نمبر ۳۲۷) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول لکھا کہ ''حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلی بدعت جو ایجاد ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانا ہے'' تو کیا اب جو کوئی پیٹ بھر کر کھانا کھائے اُسے ہم گناہگار، بدعتی، جہنمی کہیں گے؟ ہرگز نہیں۔

بدعت کی ایک اور قسم

بعض علماء نے بدعت کی تین اقسام بیان کی ہیں:

(۱) بدعت حسنہ، (۲) بدعت سیئہ، (۳) بدعت مباحہ

بدعت مباحہ: جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔

بعض علماء نے بدعت کی بھی حسنہ کی بھی دو قسمیں کی ہیں: (۱) بدعت حسنہ جو واجب ہو جیسے کافروں سے مناظرہ کرنے کے لئے علمِ کلام کو وضع کرنا اور اس طرح کے دیگر کام...... (۲) بدعت حسنہ جو مستحب ہو۔

بدعت سیئہ کی بھی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) وہ بدعت جس کا کرنا حرام ہے،

(۲) وہ بدعت جس کا کرنا مکروہ ہو۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ عمل ایک ہو لیکن دو طریقوں سے کیا جائے، اگر بمطابق شریعت کیا جائے تو بدعت حسنہ ہے اور خلافِ شرع کیا جائے تو وہ بدعت سیۂ بن جاتا ہے جیسے تبلیغِ دین کہ یہ حضور ﷺ سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے لیکن تبلیغِ دین کے نئے نئے طریقے مثلاً ایک مخصوص تاریخ پر لوگوں کو جمع کرنا جیسا کہ بہار شریعت مسجد، کراچی اور نور مسجد کھارادر، کراچی میں ایک پروگرام سردیوں میں شروع ہوتا ہے جو تقریباً ساڑھے چار مہینے تک جاری رہتا ہے، فجر کی نماز کے بعد ڈیڑھ گھنٹے کے لئے قرآن کا درس ہوتا ہے، ملٹی میڈیا پروجیکٹر کے ذریعے اسکرین پر قرآن پاک کے کلمات ہوتے ہیں اور ایک ایک کلمہ کا ترجمہ اور تفسیر سماعت کی جاتی ہے، لوگ ''الحمد'' سے ''والناس'' تک پورا قرآن سمجھ کر ختم کرتے ہیں جس کا نام ''خوشگوار زندگی'' پروگرام رکھا جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صالحین سے یہ طریقہ ثابت تو نہیں ہے لیکن چونکہ تبلیغ ثابت ہے اور تبلیغ شرعی اُصولوں کے مطابق جس طرح بھی کی جائے وہ بالکل جائز ہے تو موجودہ زمانے میں نئے انداز میں تبلیغ کا کام کرنا یہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔

اگر اس طرح تبلیغ کی جائے کہ عورتیں بے پردہ بیٹھی ہوں اور ان کے سامنے بیان کیا جارہا ہو، مرد بھی اس طرح بیٹھے ہوں مردوں عورتوں کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو، بیان کرنے والے کے درمیان بھی پردہ نہ ہو، تالیاں بج رہی ہوں اور بار بار ڈھول بجایا جارہا ہو، موسیقی بجائی جارہی ہو اور کوئی کہے کہ میں اسلام کی خدمت کر رہا ہوں تو یقیناً یہ خرافات ہیں اور یہ سارے کام ''بدعت سیۂ'' ہیں۔

اسی طرح میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل کا انعقاد کرنا کہ اس میں قرآن کی تلاوت ہو، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے، مناجات پڑھی جائیں، نعتیں پڑھی جائیں، درسِ قرآن، درسِ حدیث ہو، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر، شان و عظمت، معجزات و

کمالات، سیرت و کردار اور ولادتِ باسعادت کے وقت ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو بیان کیا جائے اور پھر آخر میں دعا و صلوٰۃ و سلام ہو یہ پورا عمل یقیناً حضور ﷺ کی تعظیم اور توقیر کے لئے ہے، یقیناً رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر لوگوں کے دلوں میں بڑھانا یہ شریعت کو بالکل پسند ہے تو یہ بالکل شریعت کے مطابق ہے، یہ انداز اگر نیا بھی ہو تو تب بھی شریعت کے خلاف نہیں لہٰذا یہ ''بدعت حسنہ'' ہے۔

لیکن اگر میلاد کی محفل میں نعتیں اس انداز میں پڑھی جائیں کہ موسیقی کے انداز پر ہوں یا آلات موسیقی کے ساتھ ہوں، عورتیں نعت پڑھنے والی ہوں جن کی آواز نامحرم مردوں کو جا رہی ہوں، بجلی کی چوری کی جائے یا اس طرح محفلِ میلاد منعقد کی جائے کہ زور زور سے اسپیکر پر اس طرح نعتیں پڑھی جائیں کہ بیماروں، بوڑھوں کو تکلیف ہو تو یہ سارے اعمال غلط اور گُناہ ہیں، ہم اسے ''بدعت سیئہ'' کہیں گے اور ایسی محفل ہم منعقد نہیں کریں گے کہ جس میں گُناہ کیے جائیں۔ (ان شاء اللہ)

اسی طرح عرس کا مطلب اللہ والوں کو یاد کرنا، اللہ والوں کو ایصالِ ثواب کرنا، ایک مخصوص تاریخ پر یہ کام کیا جاتا ہے اور تاریخ کا تعین کرنا یہ بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس تاریخ میں لوگ جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کریں، قرآن کی تلاوت کریں، درودِ پاک پڑھیں، دعائیں مانگیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ ''بدعت حسنہ'' ہے لیکن اگر ہیروئن چرس بھنگ کا کاروبار ہو رہا ہو، میلے لگے ہوئے ہوں، ناچ ہو رہا ہو، عورتوں اور مردوں کا مخلوط انتظام ہو، ڈھول اور باجوں پر خوب اُودھم ہو رہا ہو، مزار پر سجدہ ہو رہا ہو، مزار کے سامنے رقص کیا جا رہا ہو، مزار کا طواف کیا جا رہا ہو یہ سب منع ہیں اور ''بدعتِ سیئہ'' ہیں۔

لہٰذا قانون یہ ہوا کہ زمانہ کا اعتبار نہیں صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کوئی کام ایجاد ہو یا اس کے بعد، ہر وقت یہ دیکھا جائے گا کہ کیا یہ کام شریعت کے اُصول کے مطابق ہے یا نہیں، اسی طرح ایجاد کرنے والا وہ نیک

شخص ہو یا بد، ہم اسے نہیں دیکھیں گے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ یہ کام شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس فلسفہ کو اس طرح سمجھیں:

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حجاج بن یوسف بڑا ظالم اور بڑا سفاک شخص تھا، یہ بدعتی بھی تھا اور خلافِ شرع کام بھی کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اُس وقت موجود صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اسے سخت ناپسند کرتے تھے، اس وقت نمازِ جمعہ علاقہ کا گورنر یا بادشاہ ہی پڑھایا کرتا تھا اور اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ سب لوگ مسجد میں میری اقتداء میں جمعہ کی نماز پڑھیں، خلاف ورزی کی صورت میں جان سے مارنے کی دھمکی بھی دے رکھی تھی اور کسی دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی پر اس نے پابندی عائد کر رکھی تھی، جان جانے کے خوف کے سبب صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کو اس وجہ سے بڑی الجھن ہوتی تھی، اکثر حضرات گھر میں اور بعض مسجد میں پہلے ہی ظہر کی نماز ادا فرما کر مسجد آتے تھے کیونکہ وہ اس سفاک و بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہ کرتے تھے مگر مجبوراً مسجد کی حاضری دینی ہوتی تھی، لیکن اس ظالم و جابر اور بدعتی شخص نے جب قرآن پاک کو زَبر، زِیر، پیش لگوائے تو صحابہ کرام وتابعین اور بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم نے اسے قبول کر لیا کیونکہ وہ خود تو بُرا ضرور تھا مگر اس کا یہ عمل بہت اچھا تھا "بدعتِ حسنہ" کے طور انہوں نے اس عمل کو قبول کر لیا، اگر دیکھا جائے تو اس کا امت پر بہت بڑا احسان ہے۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کے بارے میں امام المحدثین شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ شرعی اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دینِ اسلام کے سنہرے اصول

اَلْفِعْلُ يَدُلُّ عَلَى الْجَوَازِ وَ عَدَمُ الْفِعْلِ لَا يَدُلُّ عَلَى الْمَنْعِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا بزرگانِ دین نے جو کام کیا یہ

اس کے جائز ہونے کی دلیل ضرور ہے لیکن اگر انہوں نے کوئی کام نہیں کیا تو یہ کسی کام کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ''فتح الباری شرح البخاری'' میں بدعتِ حسنہ، بدعتِ سیہ اور بدعت مباحہ کی تقسیم اس طرح فرماتے ہیں:

وَ التَّحْقِيْقُ أَنَّهَا إِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فَهِيَ حَسَنَةٌ (كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، برقم: ۲۰۱۰، تحت قوله: قال عمر نعم البدعة، ۵/۴/۳۱۸)

اگر کوئی نیا کام کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو کہ جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ نیا کام اچھا ہے وہ ''اچھی بدعت'' ہے۔

اگر اس کے تحت کوئی کام ہو اور شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعتِ حسنہ ہے جیسے بزرگانِ دین کی تعظیم، ان کی یاد منانا، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر بڑھانے کی کوشش کرنا، تبلیغ دین کرنا، یہ سب شریعت سے ثابت ہے ان کی خوبی شریعت سے ثابت ہے، مزید فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فَهِيَ مُسْتَقْبَحَةٌ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، برقم: ۲۰۱۰، تحت قوله: قال عمر نعم البدعة، ۵/۴/۳۱۸)

اور اگر وہ نیا کام کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شریعت سے ثابت ہے تو وہ نیا کام بُرا ہے ''بدعتِ سیہ'' ہے۔

جیسے مزار کو سجدہ، رکوع، طواف کرنا وغیرہ یا ایسی محفل منعقد کرنا کہ جس میں مرد اور عورتوں کا اختلاط ہو میوزیکل آلات کا استعمال کرنا، یہ ساری چیزیں ان اُمور سے ہیں جن کی برائی ثابت ہے تو یہ کام بُرے ہیں لہٰذا انہیں ''بدعتِ سیہ'' کہیں گے۔

آخر میں فرمایا:

وَ اِلَّا فَهِيَ مِنَ الْقِسْمِ الْمُبَاحِ

اور اگر کوئی کام بدعتِ حسنہ بن رہا ہو نہ بدعت سیئہ تو وہ مباح ہو گا۔

اگر کوئی شخص اِن اُصولوں کو نہ سمجھے بلکہ اس کی یہ ضد ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد یا تابعین کے بعد جو بھی نیا کام کیا جائے وہ بدعت سیئہ ہے تو پھر اس کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے خطبے کے بعد پوری دنیا میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جاتی ہے اور وہ دعا مادری زبان میں کی جاتی ہے جیسے پاکستان میں عموماً اردو زبان میں کی جاتی ہے، بعض علاقوں میں مختلف زبانوں میں دعا کی جاتی ہے، عید کی نماز کے خطبے کے بعد اس طرح دعا کرنا نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین رضی اللہ عنہم سے اور نہ ہی تبع تابعین سے لیکن اس کے باوجود پوری دنیا میں یہ کام اکثر مساجد اور عید گاہوں میں کیا جاتا ہے، جو لوگ ہر بات پر بدعت بدعت کی رٹ لگاتے ہیں ان سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے پوچھا گیا کہ عید کی نماز میں خطبے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر مادری زبان میں جو دعا مانگی جاتی ہے کیا یہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بات تو درست ہے کہ حضور ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین سے عید کی نماز کے خطبے کے بعد یہ ثابت نہیں لیکن شریعت کا اُصول یہ ہے کہ یہ حضرات اگر کوئی عمل نہ کریں تو ان کا نہ کرنا حرام ہونے کی دلیل نہیں پھر انہوں نے دعا کے فضائل اور نماز کے بعد جو دعا کرنے کی احادیث ہیں وہ بیان کیں اور کہا کہ جب دعا کی اتنی فضیلت ہے اور ہمیں منع بھی نہیں کیا گیا تو پھر دعا کرنے میں کیا حرج ہے، لہٰذا یہ کوئی بُرا، نیا کام نہیں۔ دیکھئے جب اپنی بات آتی ہے تو شرعی اصول لے آتے ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور اللہ والوں کی محبت کی بات آتی ہے تو شرعی اُصول جاننے کے باوجود وہ اُن اُصولوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اور لوگوں کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ اور اللہ والوں کی محبت سے دُور کرنے کے لئے فوراً فتویٰ

لگا دیتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' (ہر بدعت گمراہی ہے)۔

مرنے کے بعد لوگوں نے دعائیں نہیں مانگی

اللہ تبارک وتعالیٰ قادر ہے، وہ قوی ہے جب انسان ایسا کرتا ہے تو اس کا نتیجہ دنیا میں دکھا دیا جاتا ہے کہ اس کی میت موجود ہوتی ہے، نمازِ جنازہ کے بعد لوگ اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے لئے راضی نہیں ہوتے حالانکہ حدیثِ پاک میں واضح طور پر ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه قال: قال رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاء (سُنَن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدّعا للميت، برقم: ۳۱۹۹، ۳۴۹/۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو پھر خاص اس میت کے لئے دعا کرو۔

اور دوسری حدیث پاک میں فرمایا:

اُسے تمہاری دعا کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہو۔

''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' میں روایت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آئے تو نمازِ جنازہ ختم ہو چکی تھی لوگ دعا کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زور سے پکار کر کہا رک جاؤ میں نماز میں تو شریک نہ ہو سکا اب مجھے دعا میں شریک ہونے دو۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل لکھا کہ آپ نمازِ جنازہ کے بعد جب میت کے لئے دعا کرتے تو جنازے کے بالکل قریب آ جائے اسی لئے سنت یہ ہے کہ جنازے کے بعد جب دعا کی جائے تو صفیں توڑ دی

جائیں اور جنازے کے قریب آجائیں اور سب مل کر دعا کریں یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

غور فرمایئے! کہ جب انسان اللہ کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت سے دُور ہو جاتا ہے تو دنیا میں اللہ کا قہر اس پر کس طرح نازل ہوتا ہے کہ جب وہ اس دنیا سے جاتا ہے تو اللہ کے حضور اس کی مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کی جاتی اور ایسا کرنے کو لوگ بدعت سمجھتے ہیں یہ اصل میں تنگ نظری ہے اور یہ تنگ نظری کا وبال ہے، اسی لئے اس کتاب کا نام ''بدعت کی حقیقت اور تنگ نظری کا وبال'' رکھا گیا یقیناً اسلام کوئی تنگ نظر مذہب نہیں ہے، اسلام میں بڑی آسانیاں اور وسعتیں ہیں، شریعت کے اُصول بیان کر دیئے گئے، اب شریعت کے اُصول کے مطابق جو نیا کام بھی کیا جائے، چاہے کسی دَور میں ہو صحیح ہے اور شریعت کے اُصول کے خلاف جو کام کیا جائے چاہے کسی دَور میں ہو غلط ہے۔

قرآن اور اسلام کی عظیم وسعتیں

قرآن پاک میں اس دین کی وسعتوں کا ذکر ہے، چنانچہ سورۂ حج میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸/۱۷)

اور اللہ نے دین کے معاملات میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

سورۃ البقرہ میں اس طرح ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے تم پر دشواری اور تنگی کرنا نہیں چاہتا۔

سورۃ النساء میں یوں ارشاد ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ (النساء:۴/۲۸)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کا یہ اُصول بھی یاد رہے کہ شریعت نے اگر منع نہ کیا ہو تو کسی چیز کا حرام کہنا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، سورۃ النحل میں ارشاد ہے:

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ (النحل: ۱۶/۱۱٤)

تم اپنی مرضی سے اپنی زبانیں چلاتے ہوئے جھوٹ بولتے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

حلال و حرام کے لئے اُصول

یہ اُصول بھی یاد رہے کہ شریعت نے جس کام سے منع کیا وہ حرام ہے۔ جس چیز کا حکم دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کا ذکر شریعت نے نہیں کیا، اسے ہم حرام نہیں کہہ سکتے وہ بھی حلال ہے جائز ہے اور اسے ہمارے لئے معاف رکھا گیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَ الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَ مَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ

حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس کے بارے میں ذکر نہ فرمایا تو یہ اس سے ہے جس سے اللہ نے درگزر فرمایا۔

یعنی تمہارے لئے معاف ہے اگر کرو تو تمہاری مرضی، نہ کرو تو تمہاری مرضی، اس میں تمہاری گرفت نہیں کی جائے گی۔ علمائے کرام نے قرآن کی آیات اور حدیثِ مبارکہ سے اُصول مرتّب کیا اور فرمایا:

فیہ انّ الأصلَ فی الأشیاءِ الاباحۃُ (مرقات، ج ۱ ص ۲۶۳)

تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، تفسیر احمدی، فتاویٰ شامی اور دیگر کئی کتابوں میں یہ اُصول موجود ہے کہ قاعدۂ اصلیہ یہ ہے کہ فی نفسہٖ ہر چیز جائز ہے جب تک کہ شریعت حرام قرار نہ دے تو جائز کا ثبوت نہیں مانگا جاتا، اگر کوئی ناجائز کہتا ہے تو وہ ثابت کرے کہ اللہ نے کہاں ناجائز قرار دیا، رسول اللہ ﷺ نے کہاں اسے حرام قرار دیا، چنانچہ قرآن پاک اور حدیث طیبہ میں ناجائز کی فہرست ہے، حرام کی فہرست ہے، ناپاک کی فہرست ہے، لیکن حلال، جائز اور پاک چیزوں کی فہرست نہیں بیان کی گئی بلکہ بتادیا گیا کہ جس کا ذکر نہیں کیا گیا وہ حلال، پاک اور جائز ہیں مثلاً قرآن کریم نے جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا ذکر کیا، چنانچہ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَ بَنٰتُکُمْ وَ اَخَوٰتُکُمْ وَ عَمّٰتُکُمْ وَ خٰلٰتُکُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (النساء: ۴/۲۳)

تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی کہ ان سے نکاح نہیں ہوسکتا تمہاری بیٹیاں تمہاری بہنیں تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں۔

اور دیگر عورتوں کی فہرست بیان کی گئی اور بتایا گیا کہ ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا اور پھر اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (النساء: ۴/۲۴)

ان کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ تمہارے لئے حلال کی گئیں۔

یعنی تم ان سے نکاح کرسکتے ہو، قاعدہ معلوم ہوا کہ شریعت کا یہ اُصول ہے کہ حرام کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہوتی ہیں وہ حلال ہوتی ہیں جائز ہوتی ہیں، اسی طرح یہ اصول بھی سمجھ لیں جو حدیث پاک میں ہے کہ

مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنٌ فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ (یہ روایت المسند للإمام

أحمد (۳۷۹/۱)، فضائل الصحابة للإمام أحمد (برقم: ۴۵۱، ۴۴۹/۱، ۴۵۰)، البحر الزخّار (برقم: ۱۸۱۶، ۲۱۲/۵۳، ۲۱۳، کشف الأستار (باب الإجماع، برقم: ۱۳۰، ۸۱/۱)، اورشرح السنّة (كتاب الإيمان، باب ردّ البلاغ و الأهواء، برقم: ۱۰۵، ۱۸۷/۱) وغیرھا کتب میں مذکور ہے)

جسے صالح مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوگا۔

بدعت کی دو اقسام کو مزید سمجھنے کے لئے حضور ﷺ کے فرمان میں مزید غور کیجئے، جیسا کہ ''ترمذی شریف'' (کتاب العلم)، ''نسائی شریف'' (کتاب الزکوٰۃ)، ''ابن ماجہ'' (کتاب مقدمہ) اور ''مسند امام احمد بن حنبل'' میں چار جگہ پر اور دارمی میں کتاب مقدمہ میں دو جگہ پر یہ حدیث پاک موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اچھے نئے کام اور بُرے نئے کام کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو بُرا نیا کام ایجاد کرے اس کے لئے گناہ ہے اور لوگ جب تک اس پر عمل کرتے رہیں گے اس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھا جائے گا اور اچھا نیا کام ایجاد کرنے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَ لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ (صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة إلخ، برقم: ۶۸۹۷-۱۵/ (۱۰۱۷م))

جو اسلام میں اچھا کام ایجاد کرے اور بعد والے اس پر عمل پیرا ہوں تو جتنے اس پر عمل کریں گے انہیں بھی ثواب ہوگا اور جس نے ایجاد کیا عمل کرنے والوں کی مقدار اسے بھی ثواب ملے گا۔

لہٰذا اِسی اُصول کے تحت بزرگانِ دین وہ نئے نئے کام جو شریعت کے اُصولوں کے مطابق تھے ایجاد کرتے رہے اور آج تک وہ نئے نئے کام جاری اور ساری ہیں مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فارس، روم اور کئی ممالک فتح ہوئے مگر جمعہ کا خطبہ عربی میں ہوتا تھا، جمعہ کے خطبے سے پہلے کسی مادری زبان میں کوئی وعظ

وتقریر نہیں ہوتی تھی لیکن بعد میں اس نئے کام کو ایجاد کیا گیا اور آج پوری دنیا میں وہ ممالک ہیں کہ جن کی زبان عربی نہیں، عربی میں خطبہ دیتے ہیں اور اس سے پہلے وہ اردو یا جو بھی مادری زبان ہو وعظ کرتے ہیں یہ کام نہ حضور ﷺ نے کیا، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا، لیکن یہ کام نیا تو ہے مگر اچھا اور شریعت کے اُصول کے مطابق ہے، لہٰذا اسے ''بدعتِ حسنہ'' کہیں گے اسی طرح بعض جگہوں پر یومِ فرقان منایا جاتا ہے، یومِ غزوہ بدر منایا جاتا ہے اسی طرح یومِ صدیقِ اکبر، یومِ فاروقِ اعظم، یومِ عثمان، یومِ حیدر، یومِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہم منائے جاتے ہیں۔ کہیں سیرت النبی ﷺ کا جلسہ ہوتا ہے، کہیں محفل میلاد مصطفی ﷺ، کہیں محسنِ انسانیت ﷺ کانفرنس اور کہیں کسی اور نام سے جلسہ اور کہیں کسی نام سے دین کا پروگرام، کہیں نورِ قرآن نشست، کہیں خوشگوار زندگی پروگرام، سال میں ایک مرتبہ ربیع الثانی کے مہینے میں نور القرآن کانفرنس ہوتی ہے کہ جس میں پورے ملک سے علماء اور مشائخ تشریف لاتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں قرآن سمجھنے کا ذوق اور شوق پیدا ہو تو یہ سارے کام نئے ہیں، اس انداز میں دین کا کام کرنا، اس انداز میں یوم منانا، اس انداز میں وعظ کرنا رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں مگر چونکہ یہ شریعت کے خلاف بھی نہیں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے منع بھی نہیں کیا لہٰذا یہ بالکل درست ہے۔ سال میں ایک ایسا اجتماع بھی آتا ہے جو بالکل مخصوص تاریخ میں ہوتا ہے اور پوری دنیا سے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے، بتایئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر ہمارے دل میں دین کی تڑپ ہے، اسی طرح سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے بڑے جلسے ربیع الاول کے مہینے میں ہوتے ہیں، اگر کوئی Message بنا لے اور کہے کہ اے یومِ صدیق، یومِ فاروق، یومِ عثمان، یومِ حیدر رضی اللہ عنہم منانے والو، اے یومِ فرقان منانے والو، اے جمعہ کے خطبے سے پہلے اردو یا دیگر مادری زبان میں وعظ کرنے والو، اے سال میں ایک سالانہ اجتماع کرنے والو یا بارہ ربیع الاول کے

لئے سیرت النبی ﷺ کانفرنس کرنے والو، یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ۶۳ مرتبہ ربیع الاول آیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲ مرتبہ ربیع الاول آیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۰ مرتبہ ربیع الاول آیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ۱۲ مرتبہ ربیع الاول آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ۴ مرتبہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۰ مرتبہ، تو اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام یاد ہوں مثلاً بدر کے ۳۱۳ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام ہر ہر نام کے آگے ہم یہ کہہ دیں کہ کیا انہوں نے یہ کام کیا، تو جب انہوں نے یہ کام نہیں کیا تو کیا رسول اللہ ﷺ کی محبت، سیرت النبی ﷺ کی محبت، دین کی محبت، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت، یومِ فرقان کی محبت، دین کی تبلیغ کا جذبہ تم میں زیادہ ہے یا ان لوگوں میں زیادہ تھا تو یہ باتیں ہرگز مناسب نہیں، ایسی باتیں ایسا ہی شخص کرے گا جس نے دین کے اصولوں کو سمجھا ہی نہیں، یہاں یہ مقصد بھی نہیں کہ کوئی Message شروع کردے کہ ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے کہ درسِ قرآن عام ہو جائے، لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی سازش

یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمانوں کے ذہنوں میں بدعت کے بارے میں غلط تصوّرات قائم کر دیئے ہیں تو مجبوراً اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا، ورنہ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین کے قریب کیا جائے، یہود و نصاریٰ کے خلاف انہیں تیار کیا جائے، دشمنانِ اسلام کے خلاف اُن کو مضبوط کیا جائے، تہجد کے فضائل بیان ہوں، نماز نہ پڑھنے کے نقصانات بیان ہوں اور اس میں کون سی چیزیں رکاوٹ ہیں ان کا بیان ہو۔ ہم موت سے غافل کیوں ہیں؟ آج مسلمانوں میں بے راہ روی کیوں ہے؟ آپس میں دشمنیاں کیوں پائی جاتی ہیں؟ نفرتیں کیوں پائی جاتی ہیں؟

بڑوں کا ادب کیوں نہیں؟ چھوٹوں پر شفقت کیوں نہیں؟ پڑوسیوں کے حقوق کیوں نہیں ادا کئے جاتے؟ لوگوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، یہ مختصر سی زندگی قول اور فعل کے تضاد سے کب پاک ہوگی؟ تو ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ ان موضوعات پر بیانات ہوں اور مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کے خلاف تیار کیا جائے، ہم نمازوں کی پابندی کریں، کثرت سے درودِ پاک پڑھیں، اتنی کثرت سے پڑھیں کہ کسی کہنے والے نے کہا اگر تم رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھو گے تو درود والے آقا ﷺ تم سے پیار فرمائیں گے اور روایت میں آیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کثرت سے درودِ پاک پڑھتا ہے تو اس کی برکتیں درود پڑھنے والے کو بھی ملتی ہیں، اس کی اولاد کو بھی ملتی ہیں اور اولاد کی اولاد تک یہ برکتیں جاری رہتی ہیں۔

روایت میں اس طرح بھی ہے کہ آسمان سے بلائیں نازل ہوتی ہیں لیکن جس گھر میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے اس گھر میں بلائیں نازل نہیں ہوتی، جب ہم کثرت سے درودِ پاک پڑھیں گے تو ان شاء اللہ ساری الجھنیں دور ہو جائیں گی اور شرعی اُصول بھی سمجھ میں آجائیں گے اور ہمارا دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے روشن و منور ہو جائے گا۔

دَورِ حاضر کی اہم ترین ضرورت

اس کے علاوہ آج کے دَور میں اہم ضرورت اِس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا جائے، ''الحمد'' سے ''والناس'' تک مسلمان ترجمہ سنیں، تفسیر سماعت کریں اپنی زندگی کا محاسبہ کریں، مسلمانوں میں جو بُرائیاں ہیں وہ قرآن کی برکتوں سے دُور ہو جائیں۔

ایک عاجزانہ مشورہ یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو اپنے گھر والوں کو روزانہ ۲۰ سے ۲۵ منٹ کے لئے جمع کریں اور قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کی سی ڈیز لگا دیں اور تمام

افراد قرآنِ پاک کھول کر اس سی ڈیز کو سماعت کریں کیونکہ قرآن کی تلاوت بھی عبادت، دیکھنا بھی عبادت اور چھونا بھی عبادت ہے، ان شاء اللہ اس کی برکتیں آپ دیکھیں گے کہ گھر میں کتنا بڑا انقلاب آئے گا، محبتیں عام ہو جائیں گی، بڑوں کا ادب ہوگا، چھوٹوں پر شفقتیں ہوں گی، بُرائیاں ختم ہو جائیں گی۔ کتاب کے آخر میں یہی التجا ہے کہ آپ دو رکعت نفل صلوٰۃ الحاجات ادا فرمائیں اور اس کے بعد یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان محفوظ رکھے کیونکہ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو ان شاء اللہ دونوں جہاں سنور جائیں گے اور اگر مرتے وقت کسی کا ایمان سلب کرلیا گیا تو اس کی ساری عبادت اس کے منہ پر ماردی جائے گی اور جس کا خاتمہ کفر پر ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلتا رہے گا۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی بقیہ زندگی اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النّبیِّ الأمین ﷺ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شدہ کُتُب

عصمت نبوی ﷺ کا بیان، گستاخ رسول کی سزائے موت،

غیر اسلامی رسومات کے خلاف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے سو (100) فتاوی

تنویر البرہان، نقاب کشائی، فلسفہ اذان قبر، کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟

جماعت اسلامی پر ایک تنقیدی جائزہ، ستر استغفارات،

دلائل نوریہ بر مسائل ضروریہ، خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

شیخ الحدیث حضرت علامہ **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** مدّ ظلّہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم،

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار، دعاء بعد نمازِ جنازہ

مندرجہ ذیل کُتُب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

کراچی سے باھر دیگر شھروں کے کُتُب خانوں کے مالکان رابطہ کریں تاکہ اُن شھروں کے قارئین کے لئے ان کتب کا حصول آسان ہو سکے۔

رابطے کے لئے: 021-32439799، 0321-3885445

نوٹ!!

☆...... منی آرڈر کی فیس زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆...... ممبر شب حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

☆...... سال 2012ء کی ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہش مند افراد دسمبر 2011ء تک اپنا ممبر شپ فارم جمع کرا دیں بصورت دیگر ممبر شپ کا حصول مشکل ہوگا۔

☆...... براہِ کرم منی آرڈر جس نام سے روانہ کریں، خط بھی اسی نام سے روانہ کریں تا کہ خط اور منی آرڈر کے ضائع ہونے کا امکان نہ رہے۔

محترم المقام جناب............................ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے آئندہ سال 2012ء کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ جس کے تحت ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ ہی کو برقرار رکھا گیا ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 5 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، موجودہ ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرادیں۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے: فقط

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشرواشاعت 021-32439799
0321-3885445

نام.. ولدیت..

مکمل پتہ..

....

فون نمبر.. سابقہ سیریل نمبر..

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے۔

دِن کی ابتدا
مُحبت قرآن پاک
کے ساتھ

مکمل دورہ قرآن پاک
چوتھا سالانہ
آسان ترجمہ مختصر و مدلل تفسیر کے ساتھ
صرف تقریباً 4 ماہ میں

جس پروردگار نے عزتوں کے تاج
نعمتوں کے انبار اور کرم نوازیوں کے
دریا بہا دیئے اُس کی خاطر
تھکاوٹ اور نیند کو ٹھکرا دیجئے

آغاز 16 نومبر 2011 بروز بدھ سے روزانہ صبح 6:45 تا 8:15 بجے تک

مدرسین

- خلیفہ تاج الشریعۃ حضرت علامہ قاری محمد یونس شاکر مدظلہ العالی
- حضرت علامہ محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی
- حضرت علامہ محمد انیس برکاتی مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مختار اشرفی مدظلہ العالی
- حضرت علامہ محمد فاروق امجدی مدظلہ العالی

عاجزانہ درخواست
روزانہ اگر نہ آسکیں تو ہر اتوار یا کم از کم
مہینے میں ایک بار ضرور تشریف لائیں

خواتین کیلئے پردے
کا انتظام ہے

منجانب جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)
www.ishaateislam.net
براہ راست سننے کیلئے 0213-2439799

بمقام نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی